خدا تعالیٰ کی قدرت کا عظیم الشان کرشمہ

(فرمودہ ۲۵- جنوری ۱۹۲۲ء)

۲۵- جنوری ۱۹۲۲ء سید صادق علی ولد سید امداد علی صاحب ساکن امبیٹھا ضلع سہارنپور کا نکاح سلمیٰ بنت سید محبوب عالم ساکن موضع لرسا ضلع گیا ملازم کینال آفس آرہ سے ایک ہزار روپیہ مہر پر اور سید احمد نور صاحب کا نکاح سعیدن سے دو سو روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پڑھا۔ لے

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

انسان روزانہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن پھر بھی گھبرا جاتا ہے۔ ایک زندہ خدا کا کام کرنے والا طاقت والا ہاتھ دیکھتا ہے مگر دل میں یہ بات نہیں جمتی کہ اس کی مشکلات بھی دور ہو سکتی ہیں اور وہ گھبرا کر کہتا ہے کہ کیا ہو گا اور اس طرح وہ اس نصرت الٰہی کو کاٹ دیتا ہے جو خدا سے اس کو ملتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کا کیا کرشمہ ہے اس کے لئے ہم انبیاءؑ کی ہی مثال لیتے ہیں۔ وہ کس حال میں آئے اور ان کو کیا طاقت اور قدرت تھی مگر انجام کار کیا ہوا۔ آنحضرت ﷺ جب پیدا ہوئے تو والد فوت ہو چکے تھے اور ورثہ میں جو کچھ آپ کے لئے چھوڑا اس میں اختلاف ہے۔ کوئی ایک اونٹ لکھتا ہے، کوئی ایک بکری۔ اگر بکری ہے تو زیادہ سے زیادہ آٹھ دن کی خوراک ہے اور اگر اونٹ ہے تو ایسے علاقہ میں جو متمدن نہ ہو کوئی زیادہ فائدہ کی چیز نہیں۔ آج کل کے زمانہ میں اونٹ کا مالک گورنمنٹ کی ملازمت کرنا چاہے تو اس کو مل سکتی ہے مگر جہاں نہ تجارت ہو نہ زراعت، نہ صنعت و حرفت اگر کوئی کام

شاذ و نادر مل جائے تو مل جائے ورنہ نہیں۔ اور اونٹ کی اتنی قیمت تھی کہ جب کوئی مہمان آتا تو ذبح کرلیا جاتا یا لاٹری ڈالی جاتی اور آپس میں بیٹھ کر کھاپی لیتے۔ تجارت معمولی تھی سال میں ایک دو دفعہ قافلے چلتے تھے اور اونٹ کی قیمت معمولی تھی اور گزارے بھی لوگوں کے معمولی تھے۔ آنحضرت ﷺ گو اعلیٰ خاندان کے فرد تھے مگر دیکھنا یہ ہے کہ خود اس خاندان میں آپ کی کیا حیثیت تھی۔ مراتب محض خاندان سے ہی نہیں ہوتے بلکہ خاندان میں کوئی خاص بڑائی رکھنے سے ہوسکتے ہیں۔ مثلاً سادات کی مسلمانوں میں عزت ہے اس لئے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی نسل سے ہیں مگر محض سادات سے ہونا کوئی عزت نہیں۔ جیسے برہمن ہندوؤں میں ہیں ان کا کام صرف باورچی گری رہ گیا ہے ہاں اگر کھشتری عالم ہو اور ایک پنڈت عالم، تو پنڈت عالم کی عزت زیادہ ہوگی۔ اسی طرح اگر ایک سید عالم ہو تو اس کی عزت زیادہ ہوگی تو گو رسول کریم ﷺ بڑے خاندان سے تھے مگر اس خاندان میں آپ بڑے نہ تھے بلکہ نوجوانوں میں آپ کا شمار تھا۔ اگر اس خاندان میں عزت تھی تو ابو طالب کی تھی کہ وہ اس خاندان میں بڑے تھے۔ پھر اس خاندان کو کوئی سیاسی عظمت حاصل نہ تھی آپ اپنے خاندان میں عمر میں چھوٹے تھے۔ ایک زمانہ میں آپ کے چچا سے پوچھا گیا تھا کہ آپ بڑے ہیں یا محمد رسول اللہ ﷺ؟ تو انہوں نے کہا کہ بڑے تو محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں مگر پیدا پہلے میں ہوا تھا۔ تو عمر میں آپؑ چھوٹے تھے۔ مگر خدا نے عزت میں آپؑ کو سب سے بڑا کردیا۔ آپؑ کے خاندان کو دینی حیثیت سے رتبہ حاصل تھا۔ مگر وہ بھی یہ کہ کعبہ کے بتوں پر جو چڑھاوا چڑھتا تھا وہ آپؑ کے خاندان کو مل جاتا تھا۔ مگر لڑائی اور جنگ کے زمانہ میں آپؑ کے خاندان کا کوئی عہدہ نہ تھا۔ بلکہ یہ ابو سفیان اور ابو جہل کے خاندانوں کو حاصل تھا۔ جب لوگ آتے تھے تو عرب کے معزز طبقہ کے خطاب کے قاعدے کے مطابق آپؑ کو اے چچا! اے باپ کہہ کے نہ پکارتے تھے بلکہ آپؑ کو اے بچہ کہہ کر پکارتے تھے کیونکہ آپؑ حدیث السن تھے۔ پھر پڑھنے لکھنے کی وجہ سے عزت ہوتی ہے۔ اس ملک میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ تھا۔ اگر تھوڑا بہت بھی آپؑ جانتے تو آپ کو بڑا سمجھا جاتا مگر آپ ﷺ کو پڑھنا لکھنا بھی نہ آتا تھا۔ پس آپؑ کو نہ سیاسی عزت حاصل تھی نہ خاندان میں بڑا مرتبہ حاصل تھا نہ مال آپؑ کے پاس تھا ایسی حالت میں آپؑ نے دعویٰ کیا اور کتنا بڑا دعویٰ کیا۔

قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک دو دن کے سفر پر جاتا ہے تو اس کے مطابق تیاری کرتا

ہے اگر زیادہ لمبا سفر ہوتا ہے تو اس کے مطابق کھانے اور سواری وغیرہ کی تیاری کرتا ہے پس آپؐ نے جو دعویٰ کیا وہ چونکہ عظیم الشان تھا اس لئے اس کے متعلق اتنی ہی زیادہ احتیاج کی ضرورت تھی مگر عزت حاصل کرنے کے جو یہ چار ذرائع ہیں۔ ۱۔ مال ۲۔ علم ۳۔ عہدہ ۴۔ خاندانی اعزاز۔ یعنی معزز خاندان کا ہو اور اس خاندان میں بڑا بھی ہو یہ آپ کو حاصل نہ تھے۔

(حضرت مسیح موعود بھی معزز خاندان کے تھے مگر خاندان میں چھوٹے تھے۔) ایسی حالت میں آنحضرت ﷺ نے دعویٰ کیا کہ میں ساری دنیا کو فتح کرنے آیا ہوں۔ حالت یہ ہے کہ بڑائی کی کوئی بھی ظاہری چیز حاصل نہیں اور دعویٰ اتنا بڑا کہ جس میں دنیا کی سب احتیاجیں آجائیں۔ گویا میں کچھ نہیں اور دعویٰ یہ کہ سب کچھ حاصل کرتا ہے۔ اس وقت کیا خیال ہو سکتا تھا کہ کامیابی ہوگی ہرگز نہیں۔ اس لئے بعض نے مجنوں کہا، بعض نے مکار، بعض لوگوں نے کہا کہ اس کے کسی عمل کی وجہ سے اس پر کوئی وبال نازل ہوا ہے یہ تین فیصلے تھے جو ظاہرداری کے مطابق لوگ کرسکتے تھے اور انہوں نے کئے مگر ایک اور نقطہ نظر بھی تھا اور وہ روحانی تھا۔ اول یہ کہ اس کے چال چلن کو دیکھا جائے۔ کیا اس کا پہلا چال چلن ایسا تھا کہ اس کی وجہ سے اس پر کوئی وبال نازل ہوتا۔ پھر اب تم پاگل کہتے ہو مگر کیا اس کے کام بے نتیجہ اور بے قرینہ ہیں۔ تیسرے مدعی کی پہلی زندگی کو دیکھنا چاہئے کیا اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ جھوٹ بول سکتا ہے پھر موجودہ زندگی کے افعال کو دیکھنا چاہئے۔ کیا پاگلوں کی سی بات اس میں ہے۔ جب یہ تینوں نتیجے غلط ہیں تو اس کے متعلق نقطہ نگاہ بدلنا پڑے گا۔ جب ہم اس کے پہلے اعمال کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اعمال بہترین اعمال تھے اس لئے ان سے برا نتیجہ کیسے پیدا ہو سکتا ہے گندم از گندم بروید جو زجو۔ پس معلوم ہوا کہ جو کچھ یہ کہتا ہے اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ اور طاقتور ہستی ہے جو اس سے کہلوا رہی ہے چنانچہ آپ نے اس بے سروسامانی کی حالت میں جو کچھ فرمایا وہ صحیح ثابت ہوا اور دنیا کو آپؐ کی بات ماننی پڑی۔ کتنی ناممکن بات نظر آتی تھی جو ممکن ہوگئی۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں مجھے آنحضرت ﷺ سے اتنی نفرت تھی کہ میں آپ کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا تھا مگر پھر وہ زمانہ آیا کہ مجھے آنحضرت ﷺ سے خوبصورت کوئی نہ معلوم ہوتا تھا۔ اور پھر رُعب محبت سے میں آپ کی طرف نہ دیکھ سکتا تھا۔[۲] چنانچہ اب یہ حالت ہے کہ اگر کوئی مجھ سے آپ کا حلیہ پوچھے تو میں نہیں بتا

سکتا۔

پھر آپ کو اتنا علم دیا گیا کہ اس زمانہ میں شاعر کو سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ ایک لطیفہ ہے کہ زیادہ طاقتور جادوگر ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر پریاں اور اس سے بڑھ کر شاعر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ جادوگروں اور پریوں کو بھی متأثر کرلیتا ہے۔ پس اس زمانہ میں شاعر کا درجہ بڑا سمجھا جاتا تھا اور اس زمانہ میں سب سے بڑا شاعر لبید تھا اور جو متقدمین اور متأخرین میں بڑا مانا گیا۔ سبعہ معلقات میں ساتواں معلقہ ان کا تھا۔ وہ مسلمان ہوگئے تھے اور حضرت عمرؓ کے زمانہ تک زندہ رہے۔ حضرت عمرؓ کو شعر سے محبت تھی۔ آپ نے ایک گورنر کو کہلا بھیجا کہ قصائد بھجواؤ ان کے ہاں دو شاعر تھے ایک لبید اور ایک اور۔ گورنر نے دونوں کو بلوا کر کہا۔ دوسرا شاعر تو قصیدہ لے آیا مگر جب لبید سے کہا گیا کہ ایک قصیدہ پیش کرو تو انہوں نے الٓمّٓ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ۔ الخ پڑھ دیا اسی طرح ایک دو دفعہ ہوا۔ گورنر نے ناراضگی سے ان کے وظیفہ میں کمی کردی اور حضرت عمرؓ کو کہلا بھیجا کہ لبید نے ایسا کیا اور میں نے سزا کے طور پر ان کا وظیفہ کم کردیا ہے۔ حضرت عمرؓ ناراض ہوئے اور کہا کہ وہ سچ کہتا ہے [۳] اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے آجانے کے بعد کیا قصیدہ کہوں۔ پس آپ پر جو کلام نازل ہوا وہ اس شان کا تھا کہ بڑے بڑے زبان دان اپنی زبان بھول گئے اور اپنے علم کو اس کے سامنے جہالت قرار دینے لگے۔ پھر یا تو آپ کی جائداد زیادہ سے زیادہ ایک اونٹ تھی یا وہ زمانہ آیا کہ ہزاروں نے سامنے گردنیں رکھ دیں کہ ان پر بے شک آپ کے لئے چھری چل جائے۔ آپ خاندان میں چھوٹے تھے مگر پھر وہ زمانہ آیا کہ خاندان نے آپ کو اپنا بڑا کہا اور بڑوں میں سے ایک نے کہا کہ بڑے تو آپ ہی ہیں ہاں پیدا پہلے میں ہوا تھا گویا نقشہ ہی الٹ گیا۔ اس نظارے کو دیکھ کر ہر شخص محسوس کرے گا کہ یہ خدا کا فضل تھا اور یہ فضل وہیں تک محدود نہیں۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا اور ہر شخص اس کا نظارہ دیکھ سکتا ہے۔

نکاح کے معاملہ میں بھی لوگ گھبراتے ہیں چونکہ نکاح کا موقع ہے اس لئے میں اسی مثال کو لیتا ہوں۔ نکاح ہونے میں دیر ہو تو لوگ گھبراتے ہیں کہ نکاح کیسے ہوگا۔ اور ہو جائے تو فکر لگ جاتی ہے اولاد کب ہوگی۔ پھر اولاد ہو جائے تو اس کی پرورش کے لئے گھبراتے ہیں۔ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ

تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ [4] اے مسلمانو! گھبراتے کیوں ہو کیا اس لئے کہ رشتہ نہیں ملتا۔ اگر تقویٰ مد نظر ہو تو دیکھو آدم کے لئے خدا نے بیوی پیدا کردی تھی۔ تمہارا دادا اکیلا تھا اس کے لئے عورت کی ضرورت تھی۔ خدا نے پیدا کردی۔ تو جو خدا آدم کو نئی عورت بنا کر دے سکتا ہے۔ اگر تم متقی ہو تو تمہیں پیدا شدہ عورتوں میں سے انتخاب کرکے کیوں نہیں دے سکتا۔ پس تم اپنے اندر تقویٰ پیدا کرو اور گھبراؤ مت خدا پر نظر رکھو۔ اگر تم متقی بنو تو خدا تمہارے لئے عورتیں مہیا کر سکتا ہے۔ یہ بالکل درست بات ہے کیونکہ ایسی حالت میں خدا ایسے طریق پر مدد اور نصرت فرماتا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔

اس وقت میں جن دو دوستوں کے نکاح کے اعلان کے متعلق کھڑا ہوا ہوں۔ ان میں سے ایک سید احمد نور صاحب ہیں وہ چونکہ مخلص اور سید عبداللطیف مرحوم کے ہموطن اور ہم قوم ہیں اس لئے بھی پیارے ہیں اور حضرت صاحب کے وقت میں فدائیت کے لئے حاضر رہتے تھے اس لئے بھی بعض بیماریوں کے باعث ان کے رشتہ میں مشکل تھی۔ دوسرا رشتہ بھی ایک سید کا ہے وہ بھی مخلص ہیں وہ بھی گھبرا گئے تھے کہ جہاں وہ کوشش کرتے تھے رہ جاتے تھے اور رخصت بڑھاتے بڑھاتے تنگ آگئے مگر خدا نے دونوں کا سامان کردیا۔

(الفضل ۲۹۔ مئی و یکم جون ۱۹۲۲ء صفحہ ۹،۸)

[1] الفضل ۲۔ فروری ۱۹۲۲ء صفحہ ۲

[2] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب باب حرف العین جلد ۳ صفحہ ۲۶۶ تا ۲۷۰ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۵ء

[3] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب باب حرف اِلّام جلد ۳ صفحہ ۳۹۴ مطبوعہ بیروت ۱۹۹۵ء

[4] النساء : ۲